غیر منصوص مسائل اور قاعدہ اباحاتِ اصلیہ

*مبشر حسین

This is obvions that the texts of the Quran and the Sunnah are limited to deal with legal matters, while the new problems of human life are unlimited. Muslim jurists (Fuqaha), therefore, introduced some major principles and rules which are based on the Quran and the Sunnah to solve these new problems. The legal maxims of Islamic Jurisprudence (Al-Qawa` id Al-Fiqhiyyah) have very close connection to them. Among them the Qaeda Ibahate Asliyyah plays its significant role and provides the opportunity to deal with all those legal matters that had never been discussed in the primary texts of the Quran and the Sunnah. The meaning of this Qaeda is that the original rule for all things is permissibility, unless the prohibition by Shariah which comes against any one of them. This paper shows that the majority of the jurists agree with this Qaeda and apply it to the legal matters other than Ebadaat, while some of them are of the view that all things are prohibited, unless the Shariah permits them, thus they consider the opposite principle that: A few of them have the opinion which lies between the two conditions mentioned above.

غیر منصوص یعنی وہ امور و مسائل جن کے بارے میں قرآن و سنت کے نصوص خاموش ہیں اور ان کا تعلق عبادات کے علاوہ امور سے ہے' کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اس سلسلہ میں فقہاء کے ہاں اختلاف ہے(۱) اور یہ اختلاف بنیادی طور پر درج ذیل تین آراء پر مبنی ہے:

۱۔ ایک رائے یہ ہے کہ غیر منصوص (یا مسکوت عنها) مسائل میں اصل یہ ہے کہ انہیں مباح سمجھا جائے گا جب تک کہ حرمت کی کوئی دلیل ثابت نہ ہو جائے۔

۲۔ دوسری رائے یہ ہے کہ ان پر توقف کیا جائے گا۔

۳۔ اور تیسری رائے یہ ہے کہ انہیں حرام قرار دیا جائے گا۔

زیر بحث مسئلہ میں پائے جانے والے مذکورہ اختلاف کے بارے میں امام شوکانیؒ لکھتے ہیں:

هل الاصل فيما وقع فيه الخلاف ولم يرد فيه دليل يخصه او يخص نوعه

---

* لیکچرر ریسرچ ایسوسی ایٹ، اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، اسلام آباد۔

الاباحة او المنع او الوقف؟فذهب جماعة من الفقهاء وجماعة من الشافعية ومحمدبن عبد الله بن عبد الحكم ونسبه بعض المتأخرين إلى الجمهور إلى أن الأصل الإباحة .وذهب الجمهور إلى أنه لا يعلم حكم الشيء إلا بدليل يخصه أو يخص نوعه فإذا لم يوجد الدليل كذلک فالأصل المنع .ذهب الأشعری وأبو بكر الصيرفی وبعض الشافعية إلى الوقف بمعنى لا يدری هل هناک حكم أم لا؟وصرح الرازی فی "المحصول": أن الأصل فی المنافع الإذن وفی المضار المنع.

وہ مسائل جن میں اختلاف ہے اوران کے بارے میں کوئی ایسی دلیل وارد نہیں ہوئی جو انہیں یا ان کی نوع کو خاص قرار دے' ان کے بارے میں اصل اباحت ہے یا حرمت ہے یا توقف ہے؟ فقہاء کی ایک جماعت' شوافع کا ایک گروہ اور محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم مالکی (۲) کی رائے یہ ہے کہ اصل اباحت ہے اور بعض متاخرین نے یہی رائے جمہور کی طرف منسوب کی ہے حالانکہ جمہور کی رائے یہ ہے کہ کسی چیز کا حکم صرف اسی وقت ثابت ہوگا جب اس کے بارے میں کوئی ایسی دلیل ثابت ہو جو اسے خاص کرے یا اس کی نوع کو خاص کر دے اور جب ایسی کوئی دلیل نہ ہو تو پھر اصل حرمت ہے۔ اشعری (۳) ابوبکر صیرفی (۴) اور شوافع میں سے بعض کی رائے یہ ہے کہ اصل توقف ہے' یعنی یہ کہ معلوم نہیں کہ اس کے بارے میں کوئی حکم ہے یا نہیں۔ رازی نے 'المحصول' میں تصریح کی ہے کہ نفع منداشیاء میں اصل اباحت ہے اور ضرر رساں میں اصل حرمت ہے (۵)۔

امام شوکانی کا اس بات پر نقد کرنا ہے کہ 'جمہور کے نزدیک اصل اباحت ہے' اور یہ کہنا کہ 'جمہور کے نزدیک اصل حرمت ہے' محل نظر ہے۔ مقالہ نگار کی تحقیق کے مطابق امام شوکانی کے برعکس دیگر اہل علم کی یہ رائے درست ہے کہ جمہور کے نزدیک اصل اباحت ہے (۶)۔

آئندہ سطور میں فقہاء اور اصولیوں کی آراء کی روشنی میں اس قاعدہ کی تفصیلات واضح کی جائیں گی اور یہ بتایا جائے گا کہ فقہاء اور اصولیوں کا اس قاعدہ کے بارے میں کیا موقف ہے۔

فقہاءِ حنفیہ کا نقطہ نظر

اس قاعدے کے بارے میں فقہاء حنفیہ کا نقطہ نظر کیا ہے' اس کی تفصیل علامہ ابن نجیم حنفیؒ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قاعدة :هل الاصل فی الاشياء الاباحة حتی يدل الدليل علی عدم الاباحة وهو مذهب الشافعی او التحريم حتی يدل الدليل علی الاباحة ونسبه الشافعية الی ابی حنيفة وفی شرح المنار للمصنف :الاصل فی الاشياء الاباحة عند بعض الحنفية ومنهم الكرخی وقال بعض اصحاب الحديث :الاصل فيها الحظر وقال بعض اصحابنا :الاصل فيها التوقف بمعنی انه لا بد لها من حكم لكننا لم نقف عليه بالفعل انتهی. وفی الهداية :من فصل الحداد ان الاباحة اصل(۷).

قاعدہ : کیا اشیاء میں اصل اباحت ہے حتی کہ کوئی دلیل حرمت پر دلالت کرے؟ جیسا کہ یہ امام شافعیؒ کا مذہب ہے۔ یا پھر اشیاء میں اصل تحریم ہے حتی کہ کوئی دلیل اباحت پر دلالت کرنے والی مل جائے؟ جیسا کہ شوافع نے اس کی نسبت امام ابوحنیفہؒ کی طرف کی ہے۔شرح المنار میں ہے کہ بعض حنفیہ جن میں امام کرخیؒ بھی شامل ہیں کے نزدیک اشیاء میں اصل اباحت ہے۔اور بعض محدثین کے نزدیک اشیاء میں اصل حرمت ہے۔اور ہمارے بعض (حنفی) اصحاب نے کہا ہے کہ اشیاء میں اصل توقف ہے کیونکہ اس کے بغیر چارہ نہیں مگر فعلاً ہمارے نزدیک توقف موجود نہیں ہے۔اور ہدایہ میں فصل الحداد میں ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔

علامہ حمویؒ اس قاعدہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

ذكر العلامة قاسم بن قطلوبغا(۸) فی بعض تعاليقه ان المختار ان الاصل الاباحة عند جمهور اصحابنا وقيده فخر الاسلام(۹) بزمن الفترة فقال : ان الناس لن يتركوا سدًی فی شیء من الازمان(۱۰).

علامہ قاسم بن قطلو بغاؒ نے اپنی بعض تعلیقات میں لکھا ہے کہ مختار بات یہی ہے کہ ہمارے جمہور اصحاب کے نزدیک اشیاء میں اصل اباحت ہی ہے۔اور فخر الاسلام (بزدوی) نے اسے فترة (یعنی انقطاع وحی) کے دور سے مختص کیا ہے اور کہا ہے کہ لوگ کسی بھی زمانہ میں بے ہدایت نہیں رکھے گئے۔

معلوم ہوا کہ فقہاء حنفیہ کے ہاں اس قاعدہ کے بارے میں اختلاف رائے ہے تاہم جمہور حنفیہ کی رائے اس قاعدے کے حق میں ہے جیسا کہ ابن الھمام لکھتے ہیں:

المختار ان الاصل الاباحة عند جمهور الحنفية والشافعية(۱۱).

جمہور حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک پسندیدہ بات یہی ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔

ابن عابدین نے بھی اس قاعدہ کی تائید کی ہے اور اس کے بارے میں یہی کہا ہے کہ جمہور حنفیہ اس کے حق میں ہیں (۱۲)۔

مفسر جصاص نے بھی اپنی تفسیر احکام القرآن میں اس قاعدہ کی کئی جگہ تائید کی ہے۔ مثلاً ایک جگہ آپ لکھتے ہیں :

أن مالم يذكر بتحريم ولا تحليل فهو مباح (۱۳).

جس چیز کے بارے میں تحلیل یا تحریم مذکور نہ ہو پس اسے مباح سمجھا جائے گا۔

فقہاءِ مالکیہ کا نقطہ نظر

مفسر قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں سورۃ البقرۃ کی آیت ؟؟ کے ضمن میں اس قاعدہ کے بارے میں لکھا ہے کہ کئی اہل علم نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔ مگر اکثر مالکیہ نے اس سلسلہ میں توقف کے قول کو ترجیح دی ہے (۱۴)۔

اسی طرح مفسر ابن العربیؒ نے بھی اپنی تفسیر میں سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۹ کے ضمن میں اس قاعدہ کے بارے میں لکھا ہے کہ بہت سے لوگوں نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔ مگر ان کا یہ استدلال غلط ہے اس لیے کہ اس آیت سے اس قاعدہ پر استدلال نہیں کیا جا سکتا (۱۵)۔

اور موصوف نے اپنی کتاب المحصول (۱۶) میں اس مسئلہ میں توقف کے اصل ہونے کی طرف رجحان ظاہر کیا ہے (۱۷)۔ لیکن یہاں یہ بات واضح رہے کہ مفسر قرطبی اور ابن العربی کی اس بحث کا پس منظر وہ دور ہے جسے قبل ورود الشرع یا قبل البعث (یعنی شریعت سے پہلے) کے دور سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس لیے اس کا اطلاق اگر بعد از شریعت کے ان مسائل پر کیا جائے جن میں شریعت خاموش ہے یا جنہیں مسکوت عنہا مسائل کہا جاتا ہے تو پھر اس سے خلط مبحث ہوگا (۱۸)۔ اس لیے کہ نزول وحی کے بعد کے مسکوت عنہا مسائل میں جمہور مالکیہ کی رائے اباحت کے حق میں ہے (۱۹) مثلاً جیسے امام شاطبیؒ نے الموافقات میں اس سلسلہ میں جو بحث کی ہے اسے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ بیشتر صورتوں میں ان کا رجحان اس قاعدہ کی تائید میں ہے (۲۰)۔

اسی طرح متاخرین مالکیہ کا رجحان بھی اس قاعدہ کی تائید میں ہے مثلاً جیسا کہ احمد بن غنیم نفراوی (۲۱) ایک فقہی مسئلہ کی دلیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

ويكون مبنيا على القول بان الاصل في الاشياء الحل حتى يثبت دليل

التحریم(۲۲).

اس صورت میں اسے اس قول پر مبنی تصور کیا جائے گا کہ اشیاء میں اصل حِلّت ہے حتی کہ حرمت کی دلیل ثابت ہو جائے۔

علاوہ ازیں کچھ مالکی فقہاء نے اس قاعدہ کو تسلیم کیا ہے مگر اسے نفع ونقصان کے ساتھ مربوط کر کے اس طرح بیان کیا ہے

الاصل فی المنافع الاذن و فی المضار المنع(۲۳).

نفع مند چیزوں میں اصل اجازت ہے اور نقصان دہ چیزوں میں اصل ممانعت ہے۔

امام قرافی (۲۴) نے اس قاعدہ کی بہت زیادہ اہمیت بیان کی ہے چنانچہ آپ قاضی عبداللہ بیضاوی شافعیؒ (۲۵) کی کتاب ''منہاج الوصول الی علم الاصول'' کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

والحق فی افتاء التحلیل والتحریم فی هذا الزمن التمسک بالاصلین الذین ذکرهما البیضاوی فی الاصول ووصفهما بانهما نافعان فی الشرع' الاول: ان الاصل فی المنافع الاباحة .... والثانی: ان الاصل فی المضار التحریم والمنع(۲۶).

اس زمانے میں تحریم اور تحلیل سے متعلقہ فتاویٰ میں دو اصولوں کا تمسک بہت ضروری ہے انہیں قاضی بیضاوی نے اپنی کتاب الاصول (یعنی: منہاج الوصول الی علم الاصول) میں ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ دونوں شریعت کے بہت اہم اصول ہیں۔ پہلا یہ ہے کہ نفع منداشیاء میں اصل اباحت ہے......اور دوسرا یہ ہے کہ ضرر رساں چیزوں میں اصل حرمت ہے۔

فقہاءِ شافعیہ کا نقطہ نظر

جمہور شوافع اس قاعدے کے حق میں ہیں جیسا کہ امام سیوطیؒ اس سلسلہ میں لکھتے ہیں:

قاعدة :الاصل فی الاشیاء الاباحة حتی یدل الدلیل علی التحریم هذا مذهبنا و عند ابی حنیفة :الاصل فیها التحریم حتی یدل الدلیل علی الاباحة ویظهر اثر الخلاف فی المسکوت عنه(۲۷).

قاعدہ :اشیاء میں اصل اباحت ہے حتی کہ کوئی دلیل حرمت پر دلالت کرنے والی موجود ہو۔ (اس قاعدہ کے) بارے میں ہم شوافع کا یہی موقف ہے۔ جبکہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اشیاء میں

اصل تحریم ہے حتی کہ کوئی دلیل اباحت پر دلالت کرنے والی موجود ہو۔ اس قاعدہ میں اختلاف کا اثر مسکوت عنہا مسائل میں ظاہر ہوتا ہے۔

امام زرکشی نے بھی اپنی کتاب ''البحر المحیط فی اصول الفقہ'' میں جمہور شوافع کا اس قاعدہ کے بارے میں یہی موقف بیان کیا ہے (۲۸)۔

فقہاءِ حنابلہ کا نقطہ نظر

فقہاءِ حنابلہ کا اس قاعدہ کے بارے میں نقطہ نظر کیا ہے؟ اس کا جواب ابن قدامہؒ کے درج ذیل مختصر سے جملہ سے مل جاتا ہے:

وَلِأَنَّ الْأَصْلَ الْإِبَاحَةُ مَا لَمْ يَرِدْ فِيهِ تَحْرِيمٌ (۲۹).

جس چیز کے بارے میں حرمت کا حکم موجود نہ ہو اس کے بارے میں اصل یہ ہے کہ وہ مباح ہے۔

اسی طرح اس قاعدہ کی توضیح علامہ ابن تیمیہؒ نے اس طرح کی ہے:

ان تصرفات العباد من الاقوال والافعال نوعان :عبادات يصلح بها دينهم و عادات يحتاجون اليها فی دنياهم فباستقراء اصول الشريعة نعلم ان العبادات التی اوجبها الله او احبها لا يثبت الامر بها الا بالشرع واما العادات فهی ما اعتاده الناس فی دنياهم مما يحتاجون اليه و الاصل فيه عدم الحظر فلا يحظر منه الا ما حظره الله سبحانه و تعالیٰ وذلک لان الامر والنهی هما شرع الله والعبادة لا بد ان يكون مامورا بها فما لم يثبت انه مامور به كيف يحكم عليه بانه محظور ولهذا كان احمد وغيره من فقهاء اهل الحديث يقولون ان الاصل فی العبادات التوفيف فلا يشرع منها الا ما شرعه الله والا دخلنا فی معنی قوله تعالیٰ :﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللهُ﴾ (۳۰). والعادات الاصل فيها المعفو فلا يحظر منها الا ما حرمه والا دخلنا فی معنی قوله: ﴿قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَّا أَنْزَلَ اللهُ لَكُمْ مِّنْ رِزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَحَلَالًا [قُلْ آللّٰهُ أَذِنَ لَكُمْ أَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُونَ]﴾(۳۱).(۳۲).

بندوں کے قولی یا فعلی تصرفات کی دو قسمیں ہیں۔ ایک عبادات ہیں جن کے ذریعے لوگ اپنے دین کی

اصلاح کرتے ہیں اور دوسری قسم عادات ہیں جن کی انہیں دنیوی زندگی میں حاجت رہتی ہے۔شریعت کے اصولوں کے استقراء کے بعد ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ عبادات جنہیں اللہ نے واجب یا پسند کیا ہے وہ شرع ہی کے حکم سے ثابت ہوتی ہیں جبکہ عادات وہ چیزیں ہیں جنہیں لوگ خود دنیاوی ضروریات کے پیش نظر قائم کرتے ہیں اوران عادات میں اصل جواز ہے لہٰذا ان میں سے کسی چیز پر اس وقت تک کوئی پابندی نہیں لگائی جاسکتی جب تک کہ اللہ کی طرف سے اس پر کوئی پابندی عائد نہ کردی گئی ہو۔اس لیے کہ کسی چیز کا حکم دینا یا کسی چیز سے روکنا اللہ کی شریعت اور عبادت ہے اور (کسی چیز کے) عبادت وشریعت ہونے کے لیے ضروری ہے کہ (شارع کی طرف سے) اس کا حکم موجود ہو اور جس چیز کے بارے میں (شارع کی طرف سے) حکم موجود نہیں ہوگا (اسے عبادات میں شمار نہیں کیا جائے گا اور اس بنیاد پر) اسے حرام قرار نہیں دیا جائے گا۔اسی لیے امام احمد اور دیگر فقہاءِ محدثین کہتے ہیں کہ عبادات میں اصل توقیف ہے اور کوئی عبادت اس وقت تک مشروع قرار نہیں دی جاسکتی جب تک کہ اسے اللہ نے مشروع قرار نہ دیا ہو ورنہ (عبادات میں اپنی طرف سے کوئی چیز مشروع قرار دینے میں ہم اس آیت کے حکم میں شامل ہو جائیں گے: ﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ الله﴾۔(کیا یہ لوگ کچھ ایسے شریک خدا رکھتے ہیں جنہوں نے ان کے لیے دین کی نوعیت رکھنے والا ایک ایسا طریقہ مقرر کر دیا ہے جس کا اللہ نے اذن نہیں دیا؟)۔اور عادات میں اصل معافی ہے لہٰذا عادات کی قبیل سے کسی چیز کو حرام قرار نہیں دیا جاسکتا الا یہ کہ اللہ نے اسے حرام کیا ہو ورنہ ہم اس آیت کے مفہوم میں داخل سمجھے جائیں گے: ﴿قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْزَلَ اللهُ لَكُمْ مِنْ رِزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِنْهُ حَرَامًا وَحَلَالًا [قُلْ آللَّهُ أَذِنَ لَكُمْ أَمْ عَلَى اللَّهِ تَفْتَرُونَ]﴾

(اے نبی ﷺ ان سے کہو تم لوگوں نے کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ جو رزق اللہ نے تمہارے لیے اتارا تھا اس میں سے تم نے خود ہی کسی کو حرام اور کسی کو حلال ٹھہرا دیا!۔[ان سے پوچھو اللہ نے تم کو اس کی اجازت دی تھی؟ یا تم اللہ پر افترا کر رہے ہو؟])۔

مشہور حنبلی فقیہ حافظ ابن قیمؒ نے بھی اس موقف کی جابجا تائید کی ہے اور ان لوگوں کی تردید کی ہے جو اس کے برعکس یہ رائے رکھتے ہیں کہ معاملات کی قبیل سے تعلق رکھنے والے امور میں اصل حرمت ہے۔اور یہ ثابت کیا ہے کہ جمہور فقہاء اس سلسلہ میں یہ رائے رکھتے ہیں کہ اصل اباحت ہے اور اسی رائے کو آپ نے صحیح قرار دیا ہے اور اس کی صحت پر کئی دلائل قائم کیے ہیں۔اس قاعدہ کے بارے میں آپ نے اپنی کتاب اعلام الموقعین میں کئی مقامات پر تفصیل سے لکھا ہے۔درج ذیل دو اقتباسات سے اس بارے میں آپ کی

رائے ملاحظہ کی جاسکتی ہے:

۱. فالاصل فی العبادات البطلان حتی یقوم دلیل علی الامر والاصل فی العقود والمعاملات الصحة حتی یقوم دلیل علی البطلان و التحریم. والفرق بینهما ان الله سبحانه لا یعبد الا بما شرعه علی السنة رسله فان العبادة حقه علی عباده وحقه الذی احقه هو ورضی به وشرعه واما العقود والشروط والمعاملات فهی عفو حتی یحرمها. فان الحلال ما احله الله والحرام ما حرمه وما سکت عنه فهو عفو فکل شرط وعقد ومعاملة سکت عنها فانه لا یجوز القول بتحریمها فانه سکت عنها رحمة منه من غیر نسیان واهمال فکیف وقد صرحت النصوص بانها علی الاباحة فیما عدا ما حرمه؟(۳۳).

عبادات میں اصل بطلان (حرمت) ہے حتی کہ کسی کام کے کرنے پر دلیل مل جائے اور عقود اور معاملات میں اصل صحت ہے حتی کہ اس کے بطلان اور اس کی حرمت پر دلیل مل جائے۔ اور ان دونوں میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت وہی کی جائے گی جو اس نے اپنے رسولوں کی زبانی مقرر فرمائی ہے اس لیے کہ عبادت اللہ کا حق ہے اس کے بندوں پر اور یہ حق اسی طرح ہے جس طرح اس ذات نے مقرر اور پسند فرمایا ہے اور اسے شریعت بنایا ہے اور جہاں تک عقود، معاملات اور شرائط کا تعلق ہے تو یہ قابل معافی (یعنی جائز امور) ہیں الا یہ کہ ان میں سے کسی چیز کو اللہ نے حرام قرار دیا ہو۔ پس حلال وہی ہے جسے اللہ نے حلال کیا ہو اور حرام وہی ہے جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہو اور جس سے اللہ نے خاموشی اختیار کی ہو وہ معاف ہے لہٰذا ہر وہ شرط عقد اور معاملہ جس سے وہ خاموش ہے اسے حرام قرار نہیں دیا جاسکتا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے رحمت کرتے ہوئے اس سے خاموشی اختیار کی ہے ورنہ ایسا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا حکم بتانا بھول گئے ہوں (معاذ اللہ!) اور یہ بات اس لیے بھی نہیں کی جاسکتی کہ نصوص نے اس چیز کی صراحت کردی ہے کہ اللہ کی محرمات کے سوا باقی چیزیں مباح ہیں۔

۲. فکل ما لم یبین الله ولا رسوله تحریمه من المطاعم والمشارب والملابس والعقود والشروط فلا یجوز تحریمها فان الله سبحانه قد فصل لنا ما حرم علینا فما کان من هذه الاشیاء حرام فلا بد ان یکون تحریمه مفصلا(۳۴).

پس ہر وہ چیز جس کی حرمت اللہ اور اس کے رسول نے بیان نہیں کی خواہ اس کا تعلق کھانے کی چیزوں سے ہو یا پینے کی چیزوں سے یا لباس سے یا عقود اور شرائط سے اسے حرام قرار نہیں دیا جا سکتا اس لیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو چیزیں ہمارے لیے حرام فرمائی ہیں انہیں تفصیل سے بیان کر دیا ہے، لہٰذا مذکورہ بالا اقسام سے تعلق رکھنے والی چیزوں میں سے جو حرام ہوں ان کی حرمت کی تفصیل بھی (شرع میں) موجود ہے۔

دیگر حنبلی فقہاء نے بھی اپنی کتابوں میں اس قاعدہ کو تائیدی انداز میں ذکر کیا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان فقہاء کا اس قاعدہ کے بارے میں یہی موقف ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔ مثلاً بہاء الدین مقدسی (۳۵) اس قاعدہ کے بارے میں لکھتے ہیں :

الاصل فی الاشیاء الاباحة (۳۶).

اشیاء میں اصل اباحت ہے۔

اسی طرح علامہ بہوتی (۳۷) اس قاعدہ سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

الاصل فی الاشیاء الاباحة الا لدلیل (۳۸).

اشیاء میں اصل اباحت ہے الا یہ کہ (اباحت کے خلاف) کوئی دلیل مل جائے۔

اسی طرح سگریٹ نوشی کی اباحت کے بارے میں رائے قائم کرتے ہوئے مطالب اولی النھٰی (۳۹) کے مصنف لکھتے ہیں:

لان الاصل فی الاشیاء التی لا ضرر فیھا ولا نص تحریم الحل والاباحة حتی یرد الشرع بالتحریم لا الحظر (۴۰).

اس لیے کہ وہ اشیاء جن میں ضرر نہ ہو اور ان کی حرمت کے بارے میں کوئی نص بھی نہ ہو تو ان میں اصل یہ ہے کہ انہیں حلال اور مباح سمجھا جائے گا الا یہ کہ شرع میں اس کی حرمت اور ممانعت کی کوئی دلیل مل جائے۔

فقہاءِ ظاہریہ کا نقطہ نظر

فقہاءِ ظاہریہ بھی اس قاعدہ کو تسلیم کرتے ہیں چنانچہ امام ابن حزمؒ اس فقہی قاعدے کی تائید کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں:

واما قولھم :ان الاشیاء علی الاباحة ' فصحیح وھکذا نقول (۴۱).

جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے ان کی بات صحیح ہے اور ہم بھی اس بارے میں یہی کہتے ہیں۔

وہ دلائل جن سے فقہاء نے اس قاعدہ پر استدلال کیا ہے

اس قاعدہ کی تائید میں فقہاء نے قرآن وسنت کے بہت سے نصوص سے استدلال کیا ہے' ان میں سے چند اہم نصوص درج ذیل ہیں۔

۱. هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْأَرْضِ جَمِیْعًا (۴۲)

وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں۔

عبادات کے علاوہ باقی امور میں اس آیت سے فقہاء نے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ اگر کسی چیز کی حرمت کی دلیل موجود نہیں تو وہ مباح سمجھی جائے گی' اس لیے کہ تمام نفع مند چیزیں انسانوں کے فائدہ اٹھانے کے لیے پیدا کی گئی ہیں (۴۳)۔

۲. قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰہِ الَّتِیْ أَخْرَجَ لِعِبَادِہٖ وَالطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ (۴۴)

اے نبی ﷺ ان سے کہو کس نے اللہ کی اس زینت کو حرام کر دیا جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لیے نکالا تھا اور کس نے خدا کی بخشی ہوئی پاک چیزیں ممنوع کر دیں؟

۳. وَقَدْ فَصَّلَ لَکُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَیْکُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَیْهِ (۴۵)

حالانکہ جن چیزوں کا استعمال حالتِ اضطرار کے سوا دوسری تمام حالتوں میں اللہ نے حرام کر دیا ہے ان کی تفصیل وہ تمہیں بتا چکا ہے۔

ان آیات سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جو چیزیں حرام ہیں وہ شریعت میں بتا دی گئی ہیں اور جن کی حرمت نہیں بتائی گئی وہ حرام نہیں ہیں (۴۶)۔

۴. عن سلمان الفارسی قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم :الحلال ما احل الله فی کتابه والحرام ما حرم الله فی کتابه وما سکت عنه فهو مما عفی عنه(۴۷).

حضرت سلمان فارسیؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: حلال وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال قرار دیا ہے اور حرام وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام قرار دیا ہے اور جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے خاموشی اختیار کی ہے ان کا شمار ان میں ہے جنہیں

معاف (یعنی جائز) کیا گیا ہے۔

یہی روایت کچھ اور سندوں کے ساتھ بھی مرفوعاً مروی ہے اور اس میں یہ الفاظ زائد ہیں:

وما سكت عنه فهو عفو فاقبلوا من الله عافية فان الله لم يكن ينسى شيئا(۴۸).

اور جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے خاموشی کا اظہار کیا ہے وہ معاف ہیں' لہٰذا اللہ کی عافیت کو قبول کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کو بھولے نہیں ہیں۔

۵. عن أبي ثعلبة(۴۹) عن النبي ﷺ ان الله فرض الفرائض فلا تضيعوها وحد حدودا فلا تعتدوها و سكت عن اشياء رحمة لكم غير نسيان فلا تبحثوا عنها(۵۰).

حضرت ابوثعلبہؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اللہ نے کچھ فرائض لازم کیے ہیں انہیں ضائع نہ کرو اور کچھ حدود مقرر کی ہیں ان کی خلاف ورزی نہ کرو اور بعض چیزوں سے خاموشی اختیار کی ہے ایسا کسی بھول چوک کی وجہ سے نہیں بلکہ تم پر رحم کرتے ہوئے کیا ہے لہٰذا ان چیزوں کی تفتیش اور کرید نہ کرو۔

اس قاعدہ کی اہمیت وفوائد

امام ابن تیمیہؒ اس قاعدہ کی اہمیت وفوائد پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

هذه قاعدة عظيمة نافعة واذا كان كذلك فنقول البيع والهبة والاجارة وغيرها من العادات التي يحتاج الناس اليها في معاشهم كالاكل والشرب واللباس فان الشريعة قد جاء ت في هذه العادات بالآداب الحسنة فحرمت منها ما فيه فساد و اوجبت ما لا بد منه وكرهت ما لا ينبغي واستحبت ما فيه مصلحة راجحة في انواع هذه العادات و مقاديرها و صفاتها واذا كان كذلك فالناس يتبايعون و يستاجرون كيف شاء وا ما لم تحرم الشريعة كما ياكلون و يشربون كيف شاء وا ما لم تحرم الشريعة وان كان بعض ذلك قد يستحب او يكون مكروها وما لم تحد الشريعة في ذلك حدا فيبقون فيه على الاطلاق الاصلي(۵۱).

یہ قاعدہ بہت عظیم اور نفع مند ہے اور جب اس کی یہ حیثیت ہے تو ہمیں یہ کہنے دیجیے کہ عادات کی قبیل سے تعلق رکھنے والے امور مثلاً بیع' ہبہ اور اجارہ وغیرہ جن میں لوگ اپنے معاش

کے لیے اسی طرح محتاج ہوتے ہیں جس طرح کھانے پینے اور لباس میں محتاج ہوتے ہیں، پس شریعت نے ان عادات کے سلسلہ میں آداب حسنہ پیش کیے ہیں چنانچہ ان میں سے جن چیزوں سے فساد پیدا ہو سکتا تھا، انہیں شریعت نے حرام قرار دے دیا جو لازمی تھیں انہیں واجب قرار دے دیا اور جو غیر مناسب تھیں انہیں مکروہ قرار دیا اور ان عادات اور ان کی اقدار و صفات سے متعلقہ جن چیزوں میں مصلحت کا پہلو راجح تھا انہیں مستحب قرار دیا۔ بنا بریں لوگ جیسے چاہیں تجارت اور اجارہ سے متعلق کام کر سکتے ہیں بشرطیکہ اس چیز کو شریعت نے حرام قرار نہ دیا ہو یہ ایسے ہی ہے جیسے لوگ جو چاہیں کھا پی سکتے ہیں بشرطیکہ وہ چیز شریعت میں حرام قرار نہ دی گئی ہو۔ اور ممکن ہے ان میں کچھ امور مستحب ہوں گے اور کچھ مکروہ اور جس چیز میں شریعت نے کوئی حد متعین نہ کی ہو، وہ اپنے اطلاق اصلی پر قائم رہتی ہے۔

ضمنی اور استثنائی قواعد

آئندہ سطور میں دو ایسے قاعدے بیان کیے جا رہے ہیں جو گزشتہ قاعدہ کے ساتھ ضمنی یا استثنائی حیثیت رکھتے ہیں۔

ا۔ عصمت انسانی میں اصل تحریم ہے

گزشتہ صفحات میں اباحت اصلیہ سے متعلقہ جو قاعدہ ذکر کیا گیا ہے فقہاء اس کے ضمن میں ایک استثنائی قاعدہ ان الفاظ کے ساتھ ذکر کرتے ہیں :

الاصل فی الابضاع التحریم (۵۲).

یعنی شرمگاہ (عصمت) کے معاملہ میں اصل حرمت ہے۔

اس قاعدہ کی توضیح کچھ مثالوں کے ساتھ کی گئی ہے، مثلاً یہ کہ اگر کسی آدمی کے پاس چار باندیاں ہوں اور وہ ان میں سے ایک کو آزاد کر دے پھر وہ بھول جائے کہ میں نے کس کو آزاد کیا تھا تو جب تک اس بات کی تحقیق نہ ہو جائے کہ کس کو آزاد کیا تھا تب تک وہ نہ تو ان چاروں باندیوں میں سے کسی سے جماع کر سکتا ہے اور نہ ہی ان میں سے کسی کو بیچ سکتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی شخص کی ایک سے زائد بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے کسی کو تین طلاقیں دے دے مگر پھر بھول جائے کہ کس کو تین طلاقیں دی ہیں تو جب تک اس امر کی تحقیق نہ ہو جائے تب تک اس کے لیے تمام بیویاں حرام ہوں گی (۵۳)۔

اس قاعدہ کو جمہور فقہاء نے ذکر کیا ہے اور اس کی تائید کی ہے جیسا کہ درج ذیل اقتباسات سے معلوم

ہوتا ہے۔

امام قرافیؒ اس قاعدہ کے سلسلہ میں بیان کرتے ہیں:

ان الاصل فی الفروج التحریم حتی یتقین الحِلُّ(۵۴).

شرمگاہوں کے معاملہ میں اصل حرمت ہے الا یہ کہ حِلّت کا یقین ہو جائے۔

امام شاطبی نے الموافقات میں اس قاعدے کو اس طرح بیان کیا ہے:

فالاصل فی الابضاع المنع الا باسباب مشروعة(۵۵).

شرمگاہوں میں اصل ممانعت ہے الا یہ کہ (ان کی حِلّت کے) شرعی اسباب موجود ہوں۔

امام سیوطیؒ اس قاعدہ کے سلسلہ میں بیان کرتے ہیں:

الاصل فی الابضاع التحریم(۵۶).

شرمگاہوں کے معاملہ میں اصل حرمت ہے۔

امام ابن نجیمؒ اس قاعدہ کے سلسلہ میں بیان کرتے ہیں:

الاصل فی الابضاع التحریم(۵۷).

شرمگاہوں کے معاملہ میں اصل حرمت ہے۔

فقہاء حنابلہ نے بھی اس استثنائی قاعدہ کی تائید کی ہے، تاہم اس کے بعض اطلاقی پہلوؤں پر اختلاف رائے کا اظہار بھی کیا ہے(۵۸)۔

۲۔ جب حلال اور حرام جمع ہو جائیں تو حرام کو ترجیح دی جائے گی

حِلّت و حرمت کے ضمن میں بعض فقہاء نے ایک دوسرا استثنائی یا ضمنی نوعیت کا قاعدہ ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے:

اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام(۵۹).

جب حلال اور حرام جمع ہو جائیں تو حرام کو ترجیح دی جائے گی۔

اس قاعدہ کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

اذا تعارض دلیلان احدھما یقتضی التحریم والآخر الاباحة قدم التحریم فی الاصح(۶۰).

جب کسی مسئلہ میں دو دلیلیں جمع ہو جائیں جن میں سے ایک اس چیز کی حرمت کا تقاضا کرتی

ہو اور دوسری اس کے مباح ہونے کا تو صحیح ترین بات یہ ہے کہ حرمت کو ترجیح دی جائے گی۔

زیر نظر قاعدہ میں حرمت کو ترجیح دینے کی دو وجوہات اہل علم نے ذکر کی ہیں۔ایک یہ کہ احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ حلال کے مقابلہ میں حرام کو ترجیح دی جائے۔اور دوسری یہ کہ اس میں نسخ کا تکرار نہیں پایا جاتا وہ اس طرح کہ اگر اباحت کو ترجیح دی جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک چیز پہلے مباح تھی جیسا کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے، پھر اس کی اباحت ختم کر کے اسے حرام کیا گیا، پھر دوبارہ اس کی حرمت ختم کر کے اسے مباح کیا گیا۔لیکن اگر حرمت کو ترجیح دی جائے تو اس میں تکرارِ نسخ لازم نہیں آتا۔وہ اس طرح کہ ایک چیز مباح تھی اور پھر اس کی حرمت کی دلیل آ گئی (۶۱)۔

حیوانات کے حوالے سے اس قاعدہ کا بعض فقہاء نے اس طرح اطلاق کیا ہے کہ حلال اور حرام جانوروں کے ملاپ سے ایک جانور پیدا ہوا ہو تو اس میں گویا حِلّت اور حرمت دونوں پہلو جمع ہو جاتے ہیں، لہٰذا احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اسے نہ کھایا جائے۔مثلاً جیسے ایک بکری اور کتے کے ملاپ سے بچہ جنم لے تو وہ نہیں کھایا جائے گا۔اسی طرح گھوڑی کسی گدھے کے ملاپ سے بچہ (یعنی خچر) جنے تو وہ حلال نہیں ہوگا۔اسی طرح بکری اور گدھی کا دودھ ایک دوسرے سے مل جائیں تو وہ سارا دودھ حرام ہو جائے گا (۶۲)۔

بعض حنبلی فقہاء نے اس قاعدہ سے اختلاف کیا ہے چنانچہ ابن قدامہ لکھتے ہیں :

وَمَتَى تَرَدَّدَ بَيْنَ الْإِبَاحَةِ وَالتَّحْرِيمِ غَلَبَتْ الْإِبَاحَةُ لِأَنَّهَا الْأَصْلُ(۶۳).

جب کسی چیز کی اباحت اور حرمت میں تردد واقع ہو جائے تو اس میں اباحت کو ترجیح دی جائے گی کیونکہ اصل اباحت ہی ہے۔

نتائج

جن چیزوں کی حلت یا حرمت کے بارے میں شریعت خاموش ہے ان کے بارے میں جمہور فقہاء کی رائے یہ ہے کہ ان میں اصل اباحت ہے۔البتہ عصمتِ انسانی کے معاملہ میں استثنائی طور پر یہ رائے قائم کی گئی ہے کہ اس میں اصل حرمت ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ اس بحث کے دو بنیادی پہلو ہیں۔ایک کا تعلق اس زمان ومکان سے ہے، کہ جس میں بندوں تک حکم شرعی نہیں پہنچا اور دوسرے پہلو کا تعلق شریعت آ جانے کے بعد کے ان مسائل سے ہے جن کی حلت یا حرمت کے بارے میں شریعت خاموش ہے۔یہاں مقالہ نگار موضوعِ مقالہ کی مناسبت سے اس بحث کو صرف اسی مؤخر الذکر پہلو تک محدود رکھے گا۔

۲۔ محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم (م ۲۶۸ھ/۸۸۲ء) مالکی المذہب تھے، امام شافعیؒ سے بھی انہوں نے استفادہ کیا اور ان کے بعض فقہی مسائل کے خلاف کتاب لکھی جس کا عنوان تھا: ''الرد علی الشافعي فيما خالف فيه الكتاب و السنة'' اس کے علاوہ بھی آپ کئی کتابوں کے مصنف تھے (دیکھیے: زرکلی، خیرالدین بن محمود بن محمد، (م ۱۳۹۶ھ) 'الأعلام'، دار العلم للملایین، طبع پانزدہ، س ن، ۶/۲۲۳۔

۳۔ یہاں اشعری سے مراد مشہور متکلم اسلام علی بن اسماعیل ہیں جو ابوالحسن اشعری (م ۳۲۴ھ/۹۳۶ء) کے لقب سے مشہور ہیں۔ان کے افکار سے متاثر ہونے والے اشعری کہلائے، لیکن بعد میں موصوف نے اہل سنت کے معروف عقائد کی طرف رجوع کر لیا تھا۔آپ کی بہت سی تصنیفات ہیں۔(الاعلام، ۴/۲۶۳)۔

۴۔ آپ کا نام محمد بن عبداللہ الصیر فی البغدادی (م ۳۳۰ھ/۹۴۲ء) ہے۔آپ مشہور متکلم اور مذہباً شافعی تھے اور کئی کتابوں کے مصنف تھے۔بعض اہل علم کے بقول امام شافعی کے آپ ہی اصول میں سب سے بڑے عالم تھے (دیکھیے: الاعلام، ۴/۲۶۳)۔

۵۔ دیکھیے: الشوکانی، محمد بن علی بن محمد، (م ۱۲۵۰ھ)، ارشاد الفحول، دار الکتب العربی، بیروت، ط اول ۱۴۱۹ھ، ۲/۲۸۳، ۲۸۴۔پھر امام شوکانی نے ان سب کے دلائل کو بالترتیب ذکر کیا ہے۔

۶۔ وھبہ زحیلی نے اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے خلاصہ بحث یہ نکالا ہے کہ ''ان الاصل فی الاعیان والاشیاء عند الجمهور هو الاباحة الی ان یرد منع أو الزام''۔(اصول الفقہ الاسلامی، دار الفکر، بیروت، ط اول، ۲/۹۱۶)، مگر عجیب بات یہ ہے کہ انہوں نے اس رائے کا انتساب امام شوکانی کی طرف کیا ہے، جبکہ امام شوکانی کی طرف یہ انتساب غلط ہے، جیسا کہ متن

میں مذکور ان کے اقتباس سے ظاہر ہے۔

۷۔ ابن نجیم، زین العابدین بن ابراہیم، (م ۹۷۰ھ)، الاشباہ والنظائر' دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۸۰ء، ص ٦٦۔

۸۔ قاسم بن قطلو بغا (م ۸۷۹ھ/۱۴۷۴ء) مصر کے مشہور حنفی فقیہ اور مناظر تھے۔ بہت سی کتابوں کے مصنف تھے جن میں سے ایک کتاب بعنوان: 'تاج التراجم' علماء حنفیہ کے سوانح پر ہے۔ (الأعلام' ۱۸۰/۵)۔

۹۔ فخر الاسلام سے مراد ماوراء النھر کے مشہور حنفی فقیہ اور اصولی علی بن محمد البزدوی (م ۴۸۲ھ) ہیں۔ آپ کی تصنیفات میں سے اصول البزدوی حنفی اصول الفقہ پر مشہور اور مطبوع کتاب ہے۔ (الأعلام' ۳۲۸/۴)۔

۱۰۔ الحموی، احمد بن محمد المصری، (۱۰۹۸ھ)، غمز عیون البصائر فی شرح الأشباہ والنظائر، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، کراچی، ط دوم ۱۴۲۴ھ، ۲۰۹/۱۔

۱۱۔ ابن الھمام، محمد بن محمد (م ۸۷۹ھ)، التقریر والتحبیر، مطبعۃ بولاق، مصر، ط ۱۳۱٦ھ، ۱۳۴/۲۔؟؟؛ مسلم الثبوت، ۴۹/۱۔

۱۲۔ ابن عابدین' محمد امین بن عمر بن عبد العزیز' رد المحتار علی الدر المختار' (المعروف بحاشیۃ ابن عابدین) دار الفکر' بیروت، ۲۰۰۰ء۔ ۱۰۵/۱۔

۱۳۔ الجصاص، احمد بن علی الرازی، (م ۳۷۰ھ)، احکام القرآن، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط ۱۴۰۵ھ، ۱۴۹/۱؛ نیز دیکھیے: ۱۵۳/۴؛ ۳/۵۔

۱۴۔ القرطبی' ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر' الجامع لاحکام القرآن' دار عالم الکتب' الریاض، ۱۴۲۳ھ، ۲۵۲/۱۔

۱۵۔ ابن العربی، ابوبکر، محمد بن عبد اللہ، (م ۵۴۳ھ)، احکام القرآن، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، س، ن، ۲٦/۱، ۲۷۔

۱٦۔ اس نام سے اصول فقہ میں زیادہ مشہور کتاب امام رازی کی ہے، لیکن اسی نام سے ابن العربی کی اصول فقہ میں تصنیف بھی موجود ہے جو طبع ہو چکی ہے اور اسی کا یہاں حوالہ دیا جا رہا ہے۔

۱۷۔ ابن العربی، ابوبکر، محمد بن عبد اللہ، (م ۵۴۳ھ)، المحصول فی اصول الفقہ، دار البیارق، عمان، ط ۱۹۹۹ء، ص ۱۳۴۔

۱۸۔ اور یہ حقیقت ہے کہ بعض اہل علم اس مسئلہ میں اس خلط مبحث کا شکار ہوئے ہیں جیسا کہ زرکشیؒ نے اس قاعدہ کے ضمن میں اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور اس نکتہ کو واضح کیا ہے (دیکھیے: زرکشی، محمد بن عبداللہ بن بہادر، (م ۷۹۴ھ)، البحر المحیط فی اصول الفقہ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط اول، ۲۰۰۰ء، ۳۲۲/۴)۔

۱۹۔ اور یہ ایسے ہی ہے جیسے جمہور شوافع کے ہاں قبل از بعثت کے مسائل میں توقف اور بعد از بعثت کے مسکوت عنہا مسائل میں اباحت کی رائے پائی جاتی ہے، (دیکھیے: البحر المحیط، ۱۱۹/۱؛ ۳۲۲/۴)۔

۲۰۔ الشاطبی، ابراہیم بن موسیٰ، (م ۷۹۰ھ)، الموافقات فی اصول الفقہ، دار المعرفۃ، بیروت، س، ن، ۱۸۶/۱؛ ۳۵۹/۲؛ ۳۴/۴۔

۲۱۔ احمد بن غنیم رغانم النفراوی (م ۱۱۲۶ھ) مصر کے مشہور مالکی فقیہ ہیں۔ آپ کی تصنیفات میں سے الفواکہ الدانی مشہور و مطبوع ہے (دیکھیے: الأعلام، ۱۹۲/۱)۔

۲۲۔ احمد بن غنیم رغانم النفراوی (م ۱۱۲۶ھ)، الفواکہ الدانی علی رسالۃ ابن ابی زید القیروانی، دار الفکر، بیروت، ط ۱۴۱۵ھ، ۲۸۴/۲۔

۲۳۔ قرافی، احمد بن ادریس بن عبد الرحمٰن (م ۶۸۴ھ)، الذخیرۃ (فی فقہ المالکیۃ)، دار الغرب، بیروت، ط ۱۹۹۴ء، ۱۵۵/۱۔

۲۴۔ امام قرافی کا نام احمد بن ادریس بن عبدالرحمٰن (م ۶۸۴ھ) ہے۔ آپ مشہور مالکی فقیہ ہیں۔ آپ نے فقہ اور اصول میں نہایت گراں قدر کتابیں تصنیف کی ہیں، (الأعلام، ۹۵/۱)۔

۲۵۔ قاضی بیضاوی کا نام عبداللہ بن عمر (م ۶۸۵ھ) ہے، آپ شافعی المسلک تھے۔ آپ کئی کتابوں کے مصنف ہیں جن میں آپ کی تفسیر انوار التنزیل واسرار التأویل مشہور و مطبوع ہے، (الأعلام، ۱۰۹/۴، ۱۱۰)۔

۲۶۔ قرافی، احمد بن ادریس (م ۶۸۴ھ)، انوار البروق فی انواء الفروق، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱۹۹۸ء، ۳۷۹/۱۔

۲۷۔ السیوطی، عبدالرحمٰن، (م ۹۱۱ھ)، الاشباہ والنظائر، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط ۱۴۰۳ھ، ص ۶۰۔

۲۸۔ البحر المحیط، ۳۲۲/۴۔

۲۹۔ ابن قدامہ، عبداللہ بن احمد، المغنی، مطبعۃ المنار، مصر، ط ۱۳۴۸ھ، ۷۰/۱۱۔

۳۰۔ الشوریٰ ۴۲: ۲۱۔

۳۱۔ یونس۱۰:۵۹۔

۳۲۔ ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم (م۷۲۸ھ)، القواعد الفقھیۃ النورانیۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ص۶۵۔ابن تیمیہ نے مزید کئی شرعی نصوص اس موقف کی تائید میں پیش کی ہیں۔

۳۳۔ ابن القیم، محمد بن ابی بکر، اعلام الموقعین عن رب العالمین، مکتبۃ الکلیات الازھریۃ، مصر، ۱۹۶۸ء، ۳۴۴/۱۔

۳۴۔ ایضاً، ۳۸۳/۱۔

۳۵۔ عبد الرحمٰن بن ابراہیم بن احمد، ابو محمد بہاؤ الدین المقدسی (م۶۲۴ھ) ساتویں صدی ہجری کے مشہور حنبلی فقیہ تھے۔آپ کی تصنیفات میں سے ایک اہم تصنیف موفق الدین کی کتاب 'العمدۃ' کی شرح 'العدۃ' ہے، (الأعلام،۲۹۲/۳)۔

۳۶۔ بہاؤ الدین المقدسی، عبد الرحمٰن بن ابراہیم بن احمد، (م۶۲۴ھ)، العدۃ شرح العمدۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۲۰۰۵ء، ۸۳/۲۔

۳۷۔ منصور بن یونس بہوتی (م۱۰۵۱ھ) اپنے دور میں مصر میں شیخ الحنابلہ تھے اور حنبلی فقہ پر کئی اہم کتابوں کے مصنف تھے۔آپ کی اہم تصنیفات میں کشاف القناع عن متن الاقناع اور الروض المربع شرح زاد المستقنع ہیں۔(الأعلام،۳۰۷/۷)۔

۳۸۔ بہوتی، منصور بن یونس (م۱۰۵۱ھ) کشاف القناع عن متن الاقناع، دار الفکر، بیروت، ط۱۴۰۲ھ، ۱۶۱/۱۔اس قاعدہ کی تائید آپ نے اسی کتاب میں کئی اور جگہ بھی فرمائی ہے، مثلاً دیکھیے: ۱۶۶/۵۔

۳۹۔ مطالب اولی النھی، فقہ حنبلی کی مشہور کتاب ہے جس کے مصنف مصطفیٰ بن سعد بن السیوطی الرحیبانی (م۱۲۴۳ھ) ہیں جو اپنے دور میں دمشق میں فقہ حنبلی کے قاضی تھے، (الأعلام،۲۳۴/۷)۔

۴۰۔ الرحیبانی، مصطفیٰ السیوطی، مطالب اولی النھی فی شرح غایۃ المنتھی، المکتب الاسلامی بیروت، ط۱۹۶۱ء، ۲۱۸/۶۔

۴۱۔ ابن حزم، ابو محمد علی بن احمد، المحلّی، دار الفکر بیروت، س ن۔۱۷۷/۱۔

۴۲۔ البقرۃ:۲۹۔

۴۳۔ البحر المحیط، ۳۲۳/۴؛ ارشاد الفحول، ۲۸۴/۲۔

۴۴۔ الاعراف۷:۳۲۔

۴۵۔ الانعام۶:۱۱۹۔

۴۶۔ اعلام الموقعین، ۳۴۴/۱؛ البحر المحیط، ۳۲۳/۴۔

۴۷۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، کتاب اللباس، باب ماجاء من لبس الفرآء، رقم الحدیث (۱۷۲۶)، دارالسلام الریاض، ۱۴۲۰ھ؛ ابن ماجہ محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجه، کتاب الاطعمة، باب اکل الجبن والسمن، رقم الحدیث (۳۳۶۷)، دارالسلام الریاض، ۱۴۲۱ھ۔

۴۸۔ العسقلانی، ابن حجر، احمد بن علی، فتح الباری، دار نشر الکتب الاسلامیۃ لاہور س ن، ۲۶۶/۱۳۔

۴۹۔ ابوثعلبہ الخشنیؓ (م ۷۵ھ) مشہور صحابی ہیں لیکن آپ کے نام میں اختلاف ہے، اس لیے آپ کنیت ہی سے مشہور ہیں، (الذہبی، محمد بن احمد، (م ۸۴۷ھ)، سیر اعلام النبلاء، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، س ن، ۴۹۴/۳)۔

۵۰۔ فتح الباری، ۲۶۶/۱۳۔

۵۱۔ القواعد الفقہیۃ النورانیۃ، ص ۶۶۔

۵۲۔ الاشباہ و النظائر، للسیوطی، ص ۶۱؛ الاشباہ و النظائر، لابن نجیم، ص ۶۷؛ الفروق (انوار البروق)، ۳۴۹/۵۔

۵۳۔ الاشباہ والنظائر، لابن نجیم، ص ۶۷۔

۵۴۔ الفروق (انوار البروق)، ۳۴۹/۵۔

۵۵۔ الموافقات، ۲۵۸/۱۔

۵۶۔ الاشباہ والنظائر، للسیوطی، ص ۶۱۔

۵۷۔ الاشباہ والنظائر، لابن نجیمؒ، ص ۲۱۰۔

۵۸۔ اعلام الموقعین، ۳۴۰/۱، ۳۴۰/۲؛ ابن مفلح، ابراہیم بن محمد (م ۸۸۴ھ)، المبدع شرح المقنع، دار عالم الکتاب، الریاض، ط ۱۴۲۳ھ، ۲۲۹/۷۔